آمین
آہستہ کہنے کا ثبوت
از قلم
فیضِ ملت شیخ القرآن حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب

فہرست آمین بالجہر

آئینہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین و علیٰ آلہٖ اصحابہٖ اجمعین۔

اما بعد۔ غیر مقلدین کا عام طریقہ ہے کہ جو عمل صدیوں متفق چلا آرہا ہے۔ کسی نہ کسی حیلہ بہانہ سے اسکے خلاف کریں گے تاکہ امت محمدیہ میں انتشار پھیلے۔ مسائل نماز میں ایک مسئلہ آمین کا بھی ہے جسے صدیوں سے مسلمان امام کے پیچھے جہری نماز میں فاتحہ کے اختتام پر امام سمیت آہستہ پڑھتے چلے آرہے ہیں اسطرح دوسرے اکثر مسائل کا حال ہے جب سے یہ قوم آئی فتنہ و فساد ساتھ لائی۔ کسی کو شک ہو تو صرف خطہ ہند میں ہی انکی تاریخ پڑھ لے اس رسالہ میں فقیر آمین کے متعلق عرض کرے گا۔

مقدمہ:۔

۱۔ بالاتفاق مع غیر مقلدین آمین سورۃ فاتحہ کا جزو نہیں بلکہ دعائیہ کلمہ ہے بمعنی استجب (قبول فرما) اسی لئے فاتحہ کے اختتام پر آہستہ پڑھی جاتی تاکہ واضح ہو جائے کہ آمین ایک علیحدہ کلمہ ہے سورۃ فاتحہ کا جزو نہیں۔

۲۔ آمین دعا ہے اور دعا میں خفا مستحسن ہے۔

۳۔ غیر مقلدین کے پاس اپنی کوئی تحقیق نہیں یہ امام شافعی اور امام احمد جنبل سے ادھار لے کر عوام میں فساد پھیلاتے ہیں اور احناف کی اپنی تحقیق ہے جو احادیث صحیحہ کے پُرزور دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم آمین ہمیشہ آہستہ پڑھتے اور وہ روایات جو غیر مقلدین پیش کرتے ہیں وہ مؤول ہیں یا غیر مقلدین نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے تفصیل آئے گی۔ (انشاء اللہ)۔

۴۔ دعا میں خفاء کے استحسان پر امام فخر الدین رازی دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اعلم ان المقصود من الدعاء ان یصیر العبد مشاہد لحاجتہ نفسہ اذ نفسہ مشاہد لکون مولاہ بکمال
القدرۃ والرحمۃ فمثل ہذہ المعانی خلت فی قولہ تعالیٰ ادعو ربکم تضرعاً و خفیہ ثم اذ رخصلت ہذہ
الاحوال علی سبیل الخلوص فلابد من صونہا عن اریاء المبطل لحقیقۃ الاخلاص وہو المراد من قولہ تعالیٰ
و خفیۃ من ذکر الاخفاء صون لک الاخلاص من شوائب الریاء واذا عرف ہذا المعنی ظہر لک ان قولہ
سبحانہ تعالیٰ تضرعاً و خفیۃ مشتمل علی کل ما یراد تحقیقۃ و تحصیلہ فی شرائط الدعاء وانہ لا مزید علیہ
البتۃ بوجہ من وجوہ المسئلۃ ۔ الثالثۃ التضرع التذلل والتخشع وہو اظہار ذل النفس من قولہم ضرع فلان
لفلان وتضرع لہ اذا ظہر الا لہ فی معرض السوال والخفیۃ ضد العلانیہ یقال اخفیت الشیء اذا سترتہ
واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعا ویدل علیہ بوجوہ الاول ہذہ الایۃ فانہا تدل علی انہ تعالیٰ امر بالدعاء
مقرونا بالاخفاء و ظاہر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونہ ندباً ثم قال اللہ تعالیٰ
بعدہ انہ لا یحب المعتدین فی ترک ہذین الامرین المذکورین فہی التضرع والاخفاء قال اللہ تعالیٰ
لا یحبہ و محبۃ اللہ تعالیٰ عبارۃ عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء
فان اللہ لا یثیبہ البتۃ ولا یحسن الیہ ومن کان کذلک کان من اہل العقاب لا محالۃ فظہر ان قولہ
تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین کالتہدید الشدید علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعاء الحجۃ الثانیہ انہ
تعالیٰ اثنی علی زکریا فقال اذ نادی ربہ نداء خفیا ای اخفاہ من العباد واخلصہ للہ وانقطع الیہ الحجۃ الثالثۃ
ماروی ابو موسی الاشعری انہم کانوا فی غزاۃ فاشرفوا علی واد فجعلوا یکبرون و یہللون رافعی اصواتہم
فقال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائباً انکم تدعون سمیعا قریباً وانہ معکم
(الحجۃ الرابعۃ) قولہ علیہ السلام دعوۃ فی السر تعدل سبعین دعوۃ فی العلانیہ من الحسن ولقد کان
للمسلمون یجتہدون فی الدعا وما یسمع صوتہم الا ہمسا ان اللہ تعالیٰ قال ادعوا ربکم تضرعاً و خفیہ وذکر
اللہ عبدہ زکریا فقال اذ نادے ربہ نداء خفیا (الحجۃ الخامسۃ) المعقول ہو ان النفس شدیدۃ المیل
عظیمۃ الرغبۃ فی الریا والسمعۃ فاذا رفع صوتہ فی الدعاء امتزج الریاء بذلک الدعا فلا یبقی فیہ فائدۃ

البتۃ فکان الاولی اخفاء الدعا یبقی مصونا من الریاء المسئلۃ الرابعۃ قال ابو حنیفۃ اخفاء التامین افضل و
قال الشافعی اعلانہ افضل واحتج ابو حنیفہ علی صحتہ قولہ فقال فی قبلہ آمین وجہان احدہما انہ دعاء و
الثانی انہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ فان کان دعاء وجب خفاتہ لقولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ و
ان کان اسم من اسماء اللہ تعالیٰ وجب اخفاہ لقولہ تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خفیۃ فان لم
یثبت الوجوب فلا اقل من الندبۃ و نحن نقول بہذا القول

(اس مضمون کی عبارت تفاسیر اور کتب معتبرہ میں مذکور ہیں جیسے معالم التنزیل و
مدارک واحیاء العلوم وروح البیان والحسینی مرقاۃ و قسطلانی وغیرہ وغیرہ)۔

(ترجمہ) **تیسرا مسئلہ:۔**

تضرع بمعنی تذلل و تخشع ہے بمعنی اظہار ذل النفس یہ انکے قول ضرع فلان لفلان تضرع
لہ سے ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی کے لئے سوال کے وقت اپنی ذلت ظاہر کرے الخفیہ
علانیہ کی نقیض ہے کہا جاتا ہے اخفیت الشیء میں نے شے کو چھپایا جان لو کہ دعاء میں [illegible]
معتبر ہے اسکی کئی وجوہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دعا کو اخفاء کے ساتھ مقرون [illegible] دیا ہے
اور امر کا تقاضا وجوب ورنہ کم از کم عذاب ضرور ہے اسکے بعد فرمایا
حد سے بڑھنے والوں سے اللہ راضی نہیں یعنی ان دونوں تضرع و خفیہ کے تارکین
سے اور محبت اللہ کا معنی ثواب ہے اب معنی یہ ہوا کہ اللہ تضرع و اخفاء کے تارکین کو ثواب
نہیں دیتا اور اسے اللہ تعالیٰ ثواب نہ دے وہ اہل عقاب سے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جو دعاء میں
تضرع و اخفاء نہ کرے اسکے لئے تہدید وعید شدید ہے (۲) زکریا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کو مخفی
آواز سے پکارا یعنی اس نداء کو بندوں سے مخفی رکھا اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کی اور
اسی کی طرف متوجہ ہوتے (۳) وہ حدیث جسے ابو اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ کے لئے تشریف لے گئے صحابہ کرام ایک وادی پر چڑھ کر زور زور سے تہلیل و تکبیر کرنے لگے آپ نے فرمایا اپنے نفسوں پر نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ تم تو سمیع و قریب کو پکار رہے ہو اور بے شک وہ تمہارے ساتھ ہی ہے۔ (۴) وہ دعاء جو آہستہ آہستہ مانگی جاتے وہ جہری دعا سے ستر (۷۰) بار کے برابر ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ دعا مانگتے تو گنگناتے جس سے صرف غیر مفہوم آواز سنائی دیتی اللہ نے حکم فرمایا ادعو ربکم تضرعًا و خفیہ اور زکریا علیہ السلام کا ذکر خیر بھی فرمایا تو نداء مخفی کی وجہ سے (۵) انسان کا نفس ریا و سمعتہ (شہرت) کا سخت دلدادہ ہے جب وہ دعا آواز بلند سے کرے گا تو اسمیں لازماً ریاء کی ملاوٹ ہو گی ریاء کی ملاوٹ سے دعاء کا کوئی فائدہ نہ ہو گا اسی لئے لازم ہے کہ دعاء پوشیدہ طور ہو اسطرح سے ریاء سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴:-

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جہراً افضل ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دعوی میں فرمایا کہ آمین دعاء ہے اور دعاء میں خفا ہونا ضروری ہے (۲) آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اگر یہ دعاء ہے تو بھی خفاء ضروری ہے اللہ نے فرمایا ادعو ربکم تضرعا و خفیہ اور اگر وہ اللہ کے اسماء میں ایک اسم ہے تو بھی اخفاء ضروری ہے اپنے رب کا ذکر اپنے جی میں کرو تضرع و خفاء سے اگر اس امر سے وجوب بھی ثابت نہ ہو تو کم از کم ندب تو ثابت ہوتا ہے اور ہم اس خفاء کے قائل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں خفا ہونا ضروری ہے اور آمین دعا ہے اسی لئے ولا الضالین کے بعد اسے آہستہ کہنا افضل ہے نہ کہ چیخ کر جیسے غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔

(باب ۱) قرآن و احادیث

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً" اپنے رب سے دعا مانگو

عاجزی سے اور آہستہ۔ آمین بھی دعا ہے لہذا یہ بھی آہستہ کہنی چاہیئے جیسا کہ دعا کے متعلق آہستگی کا حکم ہے۔ "واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذ دعان" (پ ۲ البقرہ) اے محبوب جب لوگ آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت نزدیک ہوں مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ چیخ کر دعا اس سے کی جائے جو ہم سے دور ہو۔ رب تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے پھر آمین چیخ کر کہنا عبث بلکہ خلاف تعلیم قرآنی ہے۔ اسلئے کہ آمین دعا ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنو فانہ من وافق تامینہ تامین الملئکتہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (صحاح ستہ) (بخاری، ومسلم، ترمذی، نساء، اور داؤد، ابو ماجہ، مالک واحمد)۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی موافق ہو گی اسکے گذشتہ گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لئے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں کیونکہ انکے متعلق جہر سے دعاء کی تصریح نہیں تو چاہئے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہو تاکہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہوں کی معافی ہو جو وہابی چیخ کر آمین کہتے ہیں وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں ویسے ہی جاتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ فرشتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

لطیفہ:- یہ آمین کہنے والے آسمانی فرشتے بھی مراد ہیں جیسے دوسری روایت میں فی السماء کی تصریح ہے۔ لیکن انکے دور سے ہماری آمین کو سننے پر کسی کو شرک کا اندیشہ نہیں لیکن افسوس ہے کہ اس برادری کو شرک سوجھتا ہے۔ تو نبی و ولی کے لئے۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین

فانہ من وفق قولہ قول الملکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (بخاری و ابو داؤد و نسائی و امام مالک و امام شافعی

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو تم کہو آمین کیونکہ جس کا یہ آمین کہنا فرشتوں کی آمین کے کہنے کے مطابق ہو گا اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

اور ملا علی رحمۃ اللہ نے فرمایا وفی روایہ ولا الضالین فقال من خلفہ آمین فوافق قولہ قول اھل السماء۔ ایک روایت میں ہے کہ تو جو امام کے پیچھے ہے کہے آمین اسکی آمین آسمانی ملکہ کے موافق ہو گئی تو.....

فوائد الحدیث (۱):-

مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضور فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے۔ ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔ رب فرماتا ہے۔ اذ جاء کم المومنات فامتحنوھن جب تمہارے پاس مومنہ عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔ دیکھو امتحان لینا صرف مومنوں کا کام ہے۔ نہ کہ مؤمنہ عورتوں کا کسی حدیث میں نہیں آیا کہ اذا قلتم ولا الضالین فقولو آمین جب تم ولا الضالین کہو تو آمین کہہ لو معلوم ہوا کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں۔

(۲) آمین آہستہ ہونی چاہئے کیونکہ فرشتوں کی آمین آہستہ ہی ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یاد رہے کہ یہاں فرشتوں کی آمین کی موافقت سے مراد میں موافقت نہیں بلکہ طریقہ ادا میں موافقت ہے فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہ ہی ہے جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں۔ بلکہ آن کے فرشتے بھی۔

لطیفہ:- جن لوگوں نے قسطنطنیہ کی جنگ میں شامل ہو کر لوگوں نے امیر یزید کو حدیث کے غفرلہ ما تقدم جملہ سے قطعی بہشتی ثابت کیا ہے انہیں چاہئے کہ دنیا بھر کے تمام

غازیوں کے لئے قطعی جنتی ہونے کا فتویٰ جاری کریں کہ حدیث لھذا میں بھی وہی جملہ ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "شرح حدیث قسطنطنیہ"۔

(۳) عن وائل ابن حجر انہ صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفیٰ بہا صوتہ۔ حضرت وائل ابن حجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے فرمایا آمین اور آمین میں آواز آہستہ رکھی۔ معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا سنت رسول اللہ ہے بلند آواز سے کہنا بالکل خلاف سنت ہے۔

فائدہ:- اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے نہیں لیا بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس روایت پر کلام کیا تفصیل آتی ہے۔

جرح از غیر مقلدین:- یہ شعبہ کے طریق سے مروی ہے چنانچہ اسکی سند تمہاری بیان کردہ کتب احادیث میں ہے شعبہ عن سلمہ بن کہیل عن حجر ابی العنبس عن علقمہ بن وائل عن ابیہ انہ صلی الخ (اسکے جوابات آئینگے انشاء اللہ)۔

۴۔ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بہ صوتہ (ابو داؤد و ترمذی و ابن شیبہ)۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے پڑھا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو فرمایا آمین اور آواز مبارک آہستہ رکھی۔

فائدہ:- حدیث ھذا میں آمین آہستہ کہنے کی تصریح ہے لیکن کوئی نہ مانے تو ہم کیا کریں۔

۵۔ عن وائل بن حجر قال لم یکن عمر و علی رضی اللہ عنہما یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔

فائدہ:- معلوم ہوا کہ آہستہ آمین کہنی سنت صحابہ بھی ہے۔ بلکہ خلفائے راشدین میں سے دو جلیل القدر خلفاء کا عمل ہے جنکے لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین۔ میری اور میری خلفائے راشدین کی سنت پر التزام کرو۔

(۶) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال یخفی الامام اربعا التعوذ وبسم اللہ و آمین و ربنا لک الحمد (عینی ہدایہ کی شرح)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے، اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔

فائدہ:- سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کون دین کا محافظ ہو سکتا ہے انہوں نے بھی آمین کو آہستہ کہنے کا فرمایا لیکن غیر مقلدین کب مانتے ہیں وہ بیس تراویح کو بدعت عمری کہہ کر دین سے فارغ ہو چکے ہیں۔

(۷) عن عبد اللہ قال یخفی الامام اربعا بسم اللہ۔ و اللھم ربنا و لک الحمد والتعوذ و والتشہد (رواہ بیہقی)۔ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ بسم اللہ، ربنا لک الحمد اعوذ اور التحیات۔

فائدہ:- یہ وہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جنکی اتباع کا حکم حضور علیہ السلام نے بار بار فرمایا لیکن غیر مقلدین کو تو عبد اللہ بن مسعود بجاتے ہی نہیں۔

(۸) عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ قال اربع یخفیھن الامام۔ التعوذ و بسم اللہ و سبحانک اللھم و آمین رواہ محمد فی الآثار و عبد الرزاق فی مصنف۔ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، سبحانک اللھم اور آمین یہ حدیث امام محمد نے آثار میں اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں بیان کی۔

عقلی دلیل:-

غیر مقلدین سمیت سب کو مسلّم ہے کہ آمین قرآن کریم کی آیت یا کلمہ قرآن نہیں اس لئے کہ اسے نہ جبریل امین لائے نہ قرآن کریم میں لکھی گئی۔ بلکہ دعا اور ذکر اللہ ہے تو جیسے کہ ثناء، التحیات، درود ابراہیمی، دعا ماثورہ وغیرہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی آمین بھی

آہستہ ہونی چاہئے۔ یہ کیا کہ تمام ذکر آہستہ ہوئے آمین پر تمام لوگ چیخ پڑے۔ یہ چیخنا قرآن کے بھی خلاف ہے۔ احادیث صحیحہ کے بھی صحابہ کرام کے عمل کے بھی اور عقل سلیم کے بھی رب تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی فرض ہوا اور اسے آمین کہنے کا بھی حکم ہو تو اگر مقتدی سورۃ فاتحہ کے درمیان میں ہو اور امام ولا الضالین کہہ دے اور اگر یہ مقتدی آمین نہ کہے تو اس سنت کے خلاف ہوا اور اگر آمین کہے اور چیخ کر تو آمین درمیان میں آوے گی۔ قرآن میں غیر قرآن آوے گا۔ اور درمیان سورۃ فاتحہ میں شور مچے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(باب ۲) غیر مقلدین کے سوالات کے جوابات

آیاتِ قرآنی پر سوالات:- جن آیات سے ہم نے اپنا دعویٰ کیا ان پر غیر مقلدوں نے اعتراضات کئے ملاحظہ ہوں۔

سوال:- آمین دعا نہیں ہے لہذا اگر یہ بلند آواز سے کہی جائے تو کیا حرج ہے رب تعالیٰ نے دعا آہستہ مانگنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگر اذکار کا۔

جواب:- آمین دعا ہے اس کا دعا ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔

ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ اے رب ہمارے ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ رب نے ان کی دعا قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما۔ رب نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو۔

(فائدہ) فرمائیے دعا تو صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی۔ مگر رب نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ یعنی تمہاری اور حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت ہارون نے دعا کب مانگی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہا تھا۔ رب تعالیٰ

نے آمین کو دعا فرمایا معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ مستحسن ہے۔

قاعدہ شرعیہ:

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی دعا سے ہمارا استدلال اس قاعدہ سے ہے کہ الآمین دعاء و کل دعاء الاصل فیہ الاخفاء۔ آمین دعاء ہے اور ہر دعاء میں اصل یہ ہے کہ وہ آہستہ مانگی جائے۔ منطقی قاعدہ پر اس قضیہ کا صغری کتاب و سنتہ سے ثابت ہے یعنی آمین کا دعاء ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اکابرین مفسرین و محدثین اور اہل لغت نے بھی اسے دعاء تسلیم کیا۔

قرآن سے اسکا ثبوت حضرت موسیٰ و ہارون علی نبینا و علیہما السلام کا واقعہ ہے جسے ہم نے باب اول میں بھی مختصراً لکھا اور یہاں اسے تفصیل سے لکھتے ہیں۔

وجہ استدلال:۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے دعا کا ذکر فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا (حکایۃ) بیان فرمائی اور جب دعاء کی اجابت کا ذکر فرمایا تو دونوں پیغمبروں (علیہما السلام) کی اجابت کا بھی بیان فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ دعا کہ جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے خصوصیت سے موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے اس دعاء کے سواء کوئی اور دعاء کی ہے تو جب ہم نے تحقیق کی تو ہارون علیہ السلام نے سوائے آمین کے اور کوئی دعاء نہیں کی یعنی موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے جو قرآن میں مذکور ہے اور ہارون علیہ السلام آمین کرتے تھے پس جناب الٰہی نے اس دعا اور آمین پر دعاء کا اطلاق فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن شریف میں ہے کہ آمین دعا ہے اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے کہ آمین دعاء ہے اور ہر دعا کا آہستہ مانگنے کا حکم ہے لہذا نماز میں آمین آہستہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ معالم التنزیل میں ہے کہ قد اجیبت دعوتکما انما نسبت الیھما والدعاء کان من موسیٰ لانہ روی ان موسیٰ کان یدعو وھارون کان یؤمن والتامین دعاء۔ بیشک تم دونوں کی دعا مستجاب ہوئی اور بیشک دعاء دونوں کی طرف اس لئے منسوب ہوئی حالانکہ

دعا تو صرف موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تو وجہ یہ ہے کہ مروی ہے موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے اور آمین بھی دعاء ہے اور بیضاوی شریف میں ہے واجیبت دعوتکما ای موسیٰ و ھارون لانہ کان یومن۔ بے شک تمہاری یعنی موسیٰ و ہارون کی دعاء مستجاب ہوئی اس لئے کہ ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے اور جلالین میں ہے اور ساتھ ہی حاشیہ پر دعا علیہم وامن ھارون علی دعائہ قال قد اجیبت دعوتکما اہ وفی التفسیر الکلبی وامن ھارون علی دعائہ لان معناہ استجب۔ فرعونیوں پر موسیٰ علیہ السلام نے انکی تباہی کی دعا مانگی تو ہارون علیہ السلام نے آمین کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا مستجاب ہے اور تفسیر کبیر میں ہے کہ قال ابن عباس موسیٰ کان یدعو وھارون کان یؤمن فلذلک قال قد اجیبت دعوتکما وذالک لان من یقول عند دعاء الداعی آمین فھو ایضاً داع لان قولہ آمین تاویلہ استجب فھو سائل کما ان الداعی سائل ایضاً۔ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں پر تباہی کی دعا مانگتے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے اسی لئے اللہ نے دونوں کے لئے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی اس لئے کہ جو دعا مانگنے والے کے ساتھ آمین کہے تو وہ بھی دعا مانگنے میں شامل ہے اس لئے کہ آمین کا معنی ہے قبول کر اس معنی پر وہ بھی دعا مانگنے والے کی طرح سائل ہے اور تفسیر حسینی میں ہے آوردہ اند کہ موسیٰ علیہ السلام دعا میکرد وہارون آمین گفت و آمین گویندہ در دعا شریک است ازین جہت گفت کہ دعاء ہر دو مستجاب شد مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے ہارون آمین کہتے اور آمین کہنے والا بھی دعا میں شریک ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا مستجاب ہے۔

سوال:۔ قرآن مجید میں ہارون کا دعا کہنا ثابت ہے لیکن آمین بخصوصہ ثابت نہیں اور یہ تحقیق مفسرین کے قول سے ثابت ہے اور وہ لائق حجت نہیں۔

جواب:۔ مفسرین نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور

ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور تفسیر صحابہ منسوب بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے اتقان میں لکھا ہے ومع جزم الصحابی بقولہ کیف یقال انما اخذہ عن اھل الکتاب وقد نھوا من تصدیقھم۔ صحابی کا اپنے قول پر جزم ہو تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ قول اس نے اہل کتاب سے لیا ہو گا حالانکہ وہ اہل کتاب کی تصدیق سے سختی سے روکے گئے تھے۔ ہم نے تو ابن عباس سے آمین کو دعائے ہارون ثابت کر دیا۔ ہم مخالف سے پوچھتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام نے کوئی دعاء کی تھی یا نہ اگر کی تھی تو بتلاؤ کہ وہ دعا سوائے آمین کے کیا تھی جیسا ہم نے صحابی سے ثابت کر دیا کہ وہ آمین تھی تم بھی کسی صحابی سے ثابت کر دو کہ فلانی دعا تھی اور اگر دعاء سے انکار ہے تو وہ فی الواقع قرآن سے انکار ہے اور اگر مخالف کہے کہ ہارون نے آمین کہی اور جناب الٰہی نے بھی اس آمین پر اطلاق دعا کا کیا ہے لیکن یہ اطلاق مجازا ہے اور دلیل ارتکاب مجاز پر معارضات اربعہ ہیں معارضہ اولی آمین کا دعا ہونا قرآن و حدیث صحیح قطعی الدلالتہ سے ثابت نہیں۔ معارضہ ثانیہ آمین کا بمعنی دعاء ہونا مخالف ہے اقوال ائمہ سے معارضہ ثالثہ آمین بمعنی الدعاء مخالف ہے قول امام ابی حنیفہ سے معارضہ رابعہ آمین بمعنی دعا مخالف ہے حدیث مرفوع کے (تمہید جوابات) معارضہ عبارت ہے اقامتہ الدلیل علی خلاف ما اقامہ الخصم سے اور ظاہر ہے کہ دعوی یہاں یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ نے آمین پر اطلاق دعا کا کیا مخالف معارض پر واجب تھا کہ قرآن سے ثابت کرتا یا حدیث سے ثابت کرتا کہ اطاق دعا آمین پر صحیح نہیں نہ آنکہ ہماری دلیل کو تسلیم کر کے اور اطلاق دعا آمین پر مانکر تاویل کرتا ہے اور باعث تاویل چار دلیلیں مذکور کرتا ہے یہ کیسا معارضہ ہے اب ہم ان باتوں سے قطع نظر کہتے ہیں کہ کوئی دلیل ان چار دلیلوں سے صحیح اور مفید مخالف نہیں بلکہ اس قبیلہ سے ہے جو شیخ سعدی بوستان میں فرماتے ہیں۔ یکی بر سر شاخ بن میبرید۔ خداوند بستان نگہ کرد و دید۔ بگفتا کہ این مرد بد میکند۔ نہ بما کہ بانفس خود می کند۔ ایک آدمی درخت پر بیٹھ

کر ٹہنی کاٹ رہا تھا۔ باغبان نے دیکھ کر کہا کہ یہ مرد غلطی کرتا ہے لیکن اس سے میرا نہیں اسکا خود اپنا نقصان ہے۔

جوابات معارضات:-

(۱) مخالف کا کہنا کہ آمین کا دعا ہونا قرآن و حدیث قطعی الدلالتہ سے ثابت نہیں اسکے چند جوابات ہیں۔ (الف) معانی لغویہ شارع نے تو بیان نہیں کئے لیکن مخالفین انہیں تسلیم کرتے ہوئے کبھی قرآن و حدیث صحیح قطعی الدلالتہ کے طالب نہیں ہوتے تو جب دوسرے معانی لغویہ کے لئے قرآن و حدیث صحیح قطعی الدلالتہ کی طلب نہیں آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہو آمین بھی لغویہ معانی میں سے دعاء ثابت ہے لہذا اسے بھی مان لو لیکن...... (ب) معانی لغویہ کے لئے قرآن و حدیث صحیح کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ شرع اور استدلال کرنے والے کا استحسان کافی ہوتا ہے۔ (ج) تمہارا معاوضہ ہی غلط ہے۔ (د) یہ کہنا کہ آمین کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں غلط ہے اس لئے شارع نے لغات کے بیان کے لئے شرعا کوئی حکم اور حد مقرر نہیں فرمائی۔ اگر مخالف کو انکار ہے تو ہمارا چیلنج قبول کر لے وہ یہ کہ اصطلاحات شرعیہ کا ثبوت قرآن اور احادیث صحیحہ قطعیۃ الدلالتہ سے ثابت کرے انشاء اللہ تاقیامت تمام منکرین ثابت نہیں کر سکتے جب اصطلاحات شرعیہ کا یہ حال ہے تو معانی لغویہ کے لئے قرآن و حدیث سے ثابت کا مطالبہ کیوں۔ ہاں یہ حق ہے کہ شارع کے اقوال و افعال مجتہدین امت اجتہاد کر کے معانی و مطالب متعین کرتے ہیں لیکن آمین تو اسکی بھی محتاج نہیں اس لئے کہ اس کا دعا ہونا مجتہدین کے اجتہاد سے پہلے خود بخود متعین ہے ہم نے اسی تصنیف میں متعدد دلائل سے ثابت کر دکھلایا ہے کہ آمین دعا ہے اگر مخالفین کے پاس آمین کے دعا ہونے کے انکار میں کوئی آیت یا حدیث صریح ہے تو لائیں۔ ہم انشاء اللہ اسکے جواب کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

(۲) مخالف کا کہنا کہ آمین کو قرآن میں بمعنی دعاء لینا اقوال ائمہ کے خلاف ہے اسکا یہ قول بھی غلط ہے اسکے چند جوابات ہیں۔ (الف) مخالفین کتنے عیار ہیں کہ دلائل قرآنیہ سے

ہٹ کر اقوال ائمہ کی طلب کرتے ہیں یہ انکی نہ صرف جہالت بلکہ حماقت ہے بلکہ خود کو مشرک ثابت کرنا ہے اس لئے کہ ان کا اصول ہے کہ تقلید ائمہ شرک ہے (معیار الحق) (ب) ائمہ پر افتراء اور کھلا بہتان ہے کہ آمین بمعنی دعاء اقوال ائمہ کے خلاف ہے حاشا و کلا ہم نے کسی امام کا قول نہیں دیکھا اور نہ کسی امام نے کہا۔

ازالہ مغالطہ:۔

غیر مقلدین کی طرف سے ایک اور مغالطہ پیش کیا جاتا ہے کہ آمین کا بعض علماء نے اسم من اسماء اللہ تعالیٰ بھی تو کہا ہے تو پھر اسے صرف آمین پر زور دینا کہاں کا انصاف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کا بمقابل جمہور ایک قول مردود ہے کہ آمین اسم من اسماء اللہ نیز یہ مقابلہ دعا کا نہیں بلکہ مقابل ایک قسم کی دعا کے ہے یعنی مقابل استجب یا فعل کے یعنی مقابل اسم فعل کے ہے کہ یہ دونوں فردا فردا دعا سے ہیں ہاں معارضہ جب تھا کہ مخالف کسی امام سے ثابت کرتا یا مذہب جمہور بیان کرتا کہ آمین کا معنے دعا کرنا صحیح نہیں واللازم باطل فکذا الملزوم (لازم باطل تو ملزوم خود بخود باطل ہو گیا)۔

سوال:۔ آمین کا معنی دعا ہوتا امام ابو حنیفہ کے قول کے مخالف ہے فرمایا لا یقول الامام آمین انما یقول الماموم و ذلک لان الامام داع الماموم مستمع و انما یومن المستمع لا الداعی کما فی سایر الا دعیۃ خارج الصلوۃ۔

جواب:۔ افسوس ہے کہ مخالفین نے امام اعظم کے قول کو قرآن پر مقدم کیا علاوہ آنکہ امام صاحب کا قول کو کسی طرح منافات قرآن نہیں اسکا بیان موقوف ایک مقدمہ پر ہے وہ یہ کہ داعی دو قسم ہے (۱) داعی بالفعل ہے جسکی دعا سنکر لوگ آمین کہتے ہیں اسکے مقابل کو مستمع کہا جاتا ہے (۲) داعی بالقوۃ ہے کہ آمین کہنے کے باعث داعی ہے تو بعد تمہید ھذا اب ہم کہتے ہیں کہ مراد امام داعی سے قسم اول ہے۔ پس مقابلہ داعی بمعنی اول مؤتمن کے ساتھ صحیح ہے بخلاف داعی فیما نحن فیہ اور بخلاف دعا کہ اجنبیت دعو تکما میں ہے کہ وہ آمین کہنے کے

باعث بمعنی ثانی ہے ولا معارضۃ فلا منافاۃ (یہاں نہ کوئی معارضہ ہے اور نہ منافاۃ)

سوال:۔ حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل قد الح فی المسئلۃ او جب ان ختم فقال من القوم بای شئی یختم فقال امین فانہ ان ختم بامین فقد او جب اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کو خاتم دعا ٹھرایا اور خاتم مغائیر اس شے کے ہے کہ جسکی خاتم ہی ہوتی ہے پس قرآن میں اگر آمین بمعنی دعا حقیقۃ لیجائے تو مخالفت مابین الحدیث والقران لازم آئیگی تو قرآن مین تاویل اختیار کی

جواب:۔ ترجیح حدیث قرآن پر صحیح نہیں یہ بھی ایک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی صحیح قول نہیں کہ آمین دعاء نہیں غیر مقلدین کے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فقہی مسئلے سے از خود ان پر بہتان تراشا ہے مسئلہ کی عربی عبارت اصل ہم نے لکھی ہے تاکہ اہل انصاف حقیقت کو سمجھ سکیں مسئلہ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز با جماعت میں ولا الضالین کے بعد آمین امام نہ کہے بلکہ مقتدی کہے اس لئے کہ امام نے سورۃ الفاتحہ والی دعاء مانگی ہے وہ داعی دعا مانگنے والا ہے اور مقتدی مستمع و سامع ہے اور سامع آمین کہے نہ کہ داعی جیسے کہتے ہیں وہی بات بیان ہے

(جواب ۲)

غیر مقلدین دھوکہ دینے کے استاد ہیں جب ہم دلائل دیتے ہیں تو کہتے ہیں بخاری شریف میں دکھاؤ۔ اور جو ہماری دلیل بخاری شریف میں ہو گی تو اس کا نام تک نہ لیں گے حالانکہ بخاری شریف میں صاف لکھا ہے کہ قال عطاء آمین دعاء حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

جواب ۳

اکثر غیر مقلدین علم سے کورے ہوتے ہیں اور کچھ پڑھے ہوتے ہیں تو انہیں مطالعہ نہیں ہوتا انکے علمی اضافہ کے لئے چند حوالہ جات حاضر ہیں تمام مفسرین آمین کو دعاء لکھ رہے ہیں یاد رہے کہ آمین عام اس سے کہ بمعنی استجب یا کذالک یکون یا فعل یا اسمع یا نام خدا ہے بمعنی دعا ہے کیونکہ سوائے احتمال پنجم کے آمین اسم فعل بمعنی امر کے ہے اور امر نسبت اعلیٰ

کی دعا ہے اور احتمال پنجم پر تقدیر عبارت یا آمین استجب ہے۔ قال البخاری فی صحیحہ عطاء آمین
دعاء۔ وفی المعالم تحت اجیبت دعو تکما والتامین دعاء۔ وتحت قولہ آمین معناہ اللہم استجب وقال ابن
عباس وقتادہ معناہ کذلک یکون وفی تفسیر روح البیان تحت قولہ تعالی قد اجیبت دعو تکما
والتامین دعا لانہ معناہ استجب اھ وفی الکشاف آمین صوت سمی بہ الفعل الذی ھو استجب کما کان
روید وحیھل وھلم فسمی بہا الافعال التی ھی امہل واسرع واقبل وعن ابن عباس سالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم معنی امین فقال افعل اھ وفی المدارک آمین صوت سمی الفعل الذی ھو استجب
کما ان روید اسم لامہل عن ابن عباس سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معنی آمین۔
فقال افعل وفی التفسیر المظہری قال البغوی قال ابن عباس آمین معناہ اسمع اسمع واستجب واخرج
الثعلبی عن ابن عباس قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن معنی آمین فقال افعل اھ النووی
فی شرحہ لمسلم معناہ استجب اھ۔ وفی شرح الموطا للقاری معناہ استجب عند الجمہور وقیل ھو اسم من
اسماء اللہ تعالی رواہ عبد الرزاق باسناد ضعیف من طریق ھذا قال بن سیاف التابعی وانکرہ جماعۃ
کماذکرہ السیوطی اھ۔

خلاصہ:۔ ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک آمین بمعنی دعا ہے ایک
ضعیف مذہب میں آمین اللہ تعالی کے اسماء میں سے ایک اسم بتایا ہے لیکن وہ بھی بتاویل
بمعنی دعا مانتے ہیں۔

مزید بر آں:۔ دیگر چند اور حوالہ جات لیجیئے۔ وفی القسطلانی ومعناہ عند الجمہور اللہم استجب
وقیل ھو اسم من اسماء اللہ تعالی رواہ عبد الرزاق عن ابی ھریرۃ باسناد ضعیف وانکرہ جماعۃ منھم
النووی وعبارتہ فی التھذیب ھذا لا یصح لانہ لیس فی اسماء اللہ تعالی اسم مبنی ولا غیر معرب واسماء اللہ
تعالی لا تثبت الا بالقرآن اوالسنۃ وقد عدم الطریقان اھ وفی البحار معنا استجب لی او کذلک فلیکن
قال التمنی قولھم آمین انہ اسم من اسماء اللہ تعالی و معنا یا آمین استجب وردہ النووی اذلم یثبت
بالقرآن والسنۃ المتواترۃ واسماءہ تعالی لاتثبت بدونھما حاہ وفی التفسیر الکبیر لان قولہ آمین۔ تاویلہ
استجب اھ ان نقول معتبرہ سے ثابت ہوا کہ آمین عند الجمہور اسم فعل بمعنی دعا ہے اور
عند البعض اسم الہی ہے لیکن دونوں تقدیروں پر بمعنی دعا مستعمل ہے۔

سوال:۔ تمہارے بیان کردہ معنی کے علاوہ مفسرین نے اور معانی بھی آمین کے ثابت ہیں
کیوں نہیں کہ آمین اسم فعل ہو جسکا معنی کذلک یکون ہو یا انکہ خاتم دعا ہو (المعالم) بلکہ
حدیث میں بھی آیا ہے کمارواہ ابو داؤد انہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل قد الح فی المسئلۃ
اوجب ان ختم فقال من القوم بای شئی یختم فقال بآمین فانہ ان ختم بآمین فقد اوجب۔ ایک
شخص نے دعا میں بہت عجز کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اسی دعا پر
مہر لگادے تو اسکی دعا ضرور قبول ہو گی۔

جواب:۔ یہاں دھوکہ دیا کہ اسم فعل سوائے معنی امر کے بھی آتا ہے کیونکہ اسماء
افعال دو قسم ہیں بمعنی ماضی و بمعنی امر فی الفوائد الضیائیۃ اسماء الافعال ما کان ای اسم کان
بمعنی الامر والماضی الذی ھما من اقسام المبنی الاصل فعلتہ بناء وہا کونہا مشابہا۔ تمام اسمائے افعال
بمعنی امر وماضی ہوتے ہیں اور یہ دونوں مبنی الاصل کی قسمیں ہیں اسلئے کہ انہیں مبنی الاصل سے
مشابہت ہے اور اسم فعل بمعنی مضارع کبھی نہیں ہو تاپس کذلک یکون یا بمعنی ماضی ہے یا
بمعنی امر بمعنی ماضی ہونا جائز نہیں ورنہ گک کان جسکا معنی فارسی میں ہمچنان بودے ہو تاپس
متعین بمعنی امر ہوا کہ جسکا معنی ہمچنان تھا یاد رہے کہ اسکا مؤید کتب تفاسیر ولغات ہیں۔

تائید از کتب لغت:- ہر بدمذہب کی عادت ہے کہ مسئلہ کو عوام کی نظروں میں کمزور کرنے کے ارادے پر انکار کر کے عقلی ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں۔ تحقیق سے تو انہیں دور کا واسطہ نہیں اور نہ ہی فنون کا مطالعہ ہوتا ہے فقیر کتب تفاسیر کے ساتھ کتب لغت کے حوالے پیش کرتا ہے۔

مجمع البحار میں ہے او لک (کذ لک) فلیکن۔ صراح میں ہے آمین فی الدعاء اجابت کن وچنیں باد۔ غیاث میں ہے آمین اسم فعل است بمعنی قبول کن دعاء را یا بمعنی چناں باد۔

ازالہ وہم:- اعتراض میں آمین کو مضارع کے معنی میں بتایا گیا ہے یہ نری جہالت ہے کیونکہ کسی نحو ولغت اور تفسیر وغیرہ میں نہیں کہ اسم فعل بمعنی مضارع ہو اور سوال میں یہ اثر دیا گیا کہ احناف آمین کو سوائے دعاء کے اور کسی معنی کو نہیں مانتے یہ بھی سراسر بہتان ہے جیسے انکی عادت ہے کہ بہتان تراشیوں میں تمام بد مذاہب سے سب سے آگے ہیں ہم نے کب کہا ہے کہ آمین دعاء کے علاوہ دوسرے معنے میں نہیں آتا۔ ہم نے یہاں فاتحہ کے اختتام پر آمین کا معنی دعاء کا دعوی کیا ہے اور وہی حق ہے اور دلائل سے ثابت ہو چکا ہے لیکن انہیں دلائل سے کیا غرض۔

سوال:- جب تم خود مانتے ہو کہ اسم فعل ماضی کے معنی میں بھی آتا ہے اور ماضی جملہ خبریہ ہے اور تم دعا ثابت کر رہے ہو اور دعاء جملہ انشائیہ ہے جیسے نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے۔

جواب:- یک شد دو شد والا معاملہ ہے یہ سوال ڈبل جہالت ہے اس لئے کہ جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کے معنی میں عام مستعمل ہوتا ہے جب قرینہ ہو اسی نحو میر میں جملہ خبریہ کو نہ صرف دعاء میں جملہ انشائیہ کی طرف منتقل کرتا ہے بلکہ بعت اشتریت بھی جملہ خبریہ جملہ انشائیہ میں مستعمل ہو رہا ہے وغیرہ اور علم نحو و بیان وغیرہ میں جملہ خبریہ کا جملہ انشائیہ کا استعمال عام قاعدہ ہے اس قاعدہ پر آمین کا معنی یقیناً چنیں باد (خدا کرے ایسے ہو) ہو گا نہ کہ چنیں ایسے ہوتا تھا۔

ازالہ وہم:- مخالفین نے ابو داؤد کی حدیث سے استدلال کر کے تاثر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا مانگنے والے شخص کو خاتم (مہر) یعنی آمین کہنے کا فرمان اشارہ کرتا ہے دعاء اور ہے آمین شئے دیگر یہ غلط ہے اس لئے دعاء اور آمین کو آپس میں مغایرت نہیں دعاء کے علاوہ آمین کا دوسرا معنی ثابت کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں ہاں جہالت سے ہو تو اسکی مجبوری ہے۔

ازالہ مغالطہ:- ابو داؤد شریف کی حدیث مذکور میں آمین کو خاتم فرمانا انگشتری (معروف معنی) مراد لینا بھی جہالت بلکہ حماقت ہے اور نہ ہی یہ معنی یہاں متصور ہو سکتا ہے بلکہ یہاں خاتم بمعنی مطلقاً ما یختم بہ الشئ ہے اور ما یختم بہ الشئ کسی شے کی جنس سے ہوتا ہے جیسے آمین نماز کی جنس سے ہے اور قاعدہ ہے کہ جنس شئے شے کے مغایر نہیں ہوتی اس سے یقینی طور ثابت ہوا کہ آمین دعاء ہے۔

امثلہ در توضیح مسئلہ:- چند روایات حاضر ہیں جنمیں ثبوت ملتا ہے کہ خاتم دعا از جنس دعاء ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین خاتم النبیین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں لیکن "النبیین" کے زمرہ میں داخل بھی ہیں ثابت ہوا کہ شے اپنی جنس میں داخل ہوتی ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ نزل ملک فقال ابشر بنورین اوتیتهما لم یوت نبی قبلک فاتحۃ الکتاب وخواتیم سورۃ البقرۃ۔ فرشتہ نازل ہوا اور عرض کی کہ اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپکو بشارت ہو دو نوروں کی جو صرف آپکو دیتے گئے آپ سے قبل کسی نبی علیہ السلام کو نہیں دیئے گئے فاتحہ اور سورۃ البقرہ کے خواتیم یعنی آمن الرسول الخ دیکھئے سورۃ البقرہ میں آمن الرسول داخل ہے۔

(۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ

روانہ فرمایا اور انکا امیر لشکر یقرء لاصحابہ صلوٰتہم فیختم بقل ھو اللہ احد۔ اپنے مقتدیوں کے لئے قراۃ
فرماتا تو سورۃ اخلاص پر نماز ختم کرتا۔

اس حدیث میں قرآن کے ذکر کے بعد سورۃ اخلاص مذکور ہوئی ظاہر ہے قراۃ (القرآن) میں
سورۃ اخلاص داخل ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آمین دعاء کے مغایر نہیں فلہٰذا سوالیہ حدیث شریف میں دعا کے
بعد آمین کو خاتم کہنا اسے دعاء ہونے سے خارج نہیں کرتی یہی ہمارا مدعا کہ آمین دعاء ہے اور
دعاء میں خفا مستحسن ہے۔

غیر مقلدین کی پیش کردہ احادیث:- انکا خلاصہ جواب یہ ہے کہ وہ روایات مجروح اور
ضعیف ہیں جو قابل حجت نہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

سوال ۱:- ترمذی شریف میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے۔ قال سمعت النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین و قال آمین و مد بھا صوتہ۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آمین فرمایا اپنی آواز کو اس پر
بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب:- حدیث کا غلط ترجمہ ہے اس میں مد ارشاد ہوا جو مدّ سے بنا ہے۔ اس کے معنے بلند کرنا
نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی بلکہ
بروزن قالین الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی۔ لہٰذا اس میں مخالفین کی کوئی دلیل نہیں۔ ترجمہ
کی غلطی ہے۔

(قاعدہ) مد کا مقابل قصر خفاء کا مقابل۔ جہر رفع کا مقابل خفض ہے اگر یہاں۔ جہر ہوتا تو
دلیل صحیح ہوتی۔ جہر کسی روایۃ میں نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہ یعلم الجہر وما یخفی۔ بے شک
رب تعالیٰ جانتا ہے بلند اور پست آواز کو رب تعالیٰ نے یہاں خفاء کا مقابل۔ جہر فرمایا نہ کہ مد۔

سوال:- ابو داؤد شریف میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اذا قرأ ولا الضالین قال آمین و رفع بھا صوتہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھتے ولا
الضالین تو فرماتے تھے آمین اور اس میں اپنی آواز شریف بلند فرماتے تھے۔

یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کیا بلند کیا معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز سے کہنا سنّت
ہے۔

جواب:- (۱) حضرت وائل ابن حجر کی اصل روایت میں مد ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں
وارد ہوا۔ جس کے معنی کھینچنے کے ہیں۔ نہ کہ بلند کرنا یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت
بالمعنی کی مد کو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہ ہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی کا عام
دستور تھا۔

(۲) ترمذی اور ابو داؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور کی قرأت کا ذکر ہے ممکن
ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأۃ کا ذکر فرمایا گیا ہو مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں ان میں
نماز کا صراحۃ ذکر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ احادیث ہمارے خلاف ہیں۔

(۳) آمین بالجہر اور آمین خفی کی احادیث میں تعارض ہے۔ مگر جہر والی روایتیں قرآن کریم
کے خلاف ہیں لہٰذا ترک کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہٰذا واجب
العمل ہیں۔

(۴) آہستہ آمین کی حدیثیں قیاس شرعی کے موافق ہیں اور جہری آمین کی حدیثیں اس کے
خلاف لہٰذا آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔ اس کے خلاف قابل ترک، قرآنی آیتوں
اور قیاس شرعی کا ذکر فن اصول فقہ میں مفصل مذکور ہے۔

(۵) آمین جہری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں
منسوخ ہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے۔ اور زور
سے آمین کہنے سے منع کرتے تھے۔ جیسا کہ باب اول میں ذکر کیا گیا۔ اگر جہری حدیثیں منسوخ
نہیں تھیں تو صحابہ نے عمل کیوں چھوڑ دیا۔

سوال:۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعہا اھل الصف الاول فیرتج بہا المسجد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی۔

جواب:۔ ہر بد مذہب بالخصوص غیر مقلدین کی عادت ہے کہ بعض اوقات صرف اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے آیت یا حدیث وغیرہ ادھوری بیان کرتے ہیں۔ یہاں وہ چال چلی ہے حالانکہ اس روایت کو مکمل پڑھتے تو مطلب واضح ہو جاتا اصل روایت یوں ہے کہ:۔ عن ابی حریرہ قال ترک الناس التامین و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔

(فائدہ) اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابو ہریرہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے۔ یہ حدیث تو ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری۔

(۲) اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جاوے تو عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے اور جو حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جبکہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ اسکے خلاف ہیں علاوہ عرف عام کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کہ چھپر والی مسجد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں چھپر والی تھی۔ وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی تھی۔ آج کوئی غیر مقلد صاحب کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر دکھاویں انشاء اللہ چیختے چیختے مرجاویں گے مگر گونج پیدا نہ ہو گی۔ اس کے باقی وہ جواب ہیں جو پہلے بیان کئے گئے۔

(۳) یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت

النبی۔ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو ان سب کی آواز حضور کی آواز سے اونچی ہو گئی۔ قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی۔ جو حدیث مخالف قرآن ہو قابل عمل نہیں۔

سوال:۔ بخاری شریف میں ہے:۔ و قال عطاء آمین دعاء امن ابن الزبیر و من وراءہ حتی ان للمسجد للجۃ۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر اور انکے پیچھے والوں نے آمین کہی۔ یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔ اس حدیث میں صاف معلوم ہوا کہ آمین اتنی چیخ کر کہنا چاہئے کہ مسجد میں گونج جاوے۔

جوابات:۔ (۱) اس کا پہلا جملہ ہمارے مطابق ہے کہ آمین دعا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ دعا آہستہ مانگو۔

(۲) اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم خارج نماز یہ تلاوت ہوتی یا نماز میں ظاہر یہ ہے کہ خارج نماز ہو گی۔ تاکہ ان احادیث کے خلاف نہ ہو جو ہم نے پیش کیں۔

(۳) یہ حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہذا واجب التاویل ہے۔ اگر قرآن کی آیۃ بھی عقل شرعی اور مشاہدہ کے خلاف ہو تو وہاں تاویل واجب ہوتی ہے ورنہ کفر لازم آجاتا ہے۔ آیات صفات کو متشابہ مان کر صرف ایمان لاتے ہیں۔ اس کے ظاہری معنی نہیں کرتے کیونکہ ظاہری معنی عقل شرعی کے خلاف ہیں۔ جیسے:۔ ید اللہ فوق ایدیھم فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تم جدھر پھرو گے ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔ خدا کے لئے ہاتھ منہ ہونا عقل کے خلاف ہے۔ لہذا یہ آیات واجب التاویل ہیں نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے:۔ تغرب فی عین حمئۃ۔ ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ کے چشمے ڈوبتے دیکھا سورج کا ڈوبتے وقت آسمان میں اترنا عقل کا تقاضہ ہے لہذا اس کی تاویل لازم پڑھنا اور ہے حدیث سمجھنا کچھ اور اسی لئے ہم غیر مقلدین کو کہتے ہیں کہ حدیث سمجھنے کا شوق ہے تو ہمارے مدرسے میں داخل ہو جاؤ!!۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں جس میں نماز میں آمین بالجہر کی تصریح ہو ایسی
صحیح حدیث نہ ملی ہے نہ ملے گی۔ اسطرح مخالفین اور روایات بھی پیش کرتے ہیں انکا بھی یہی
حال ہے مثلاً نسائی شریف میں ہے:۔ اخبرنا محمد بن عبید اللہ بن عبد الحکم ثنا شعیب اللیث بن
سعد عن خالد بن یزید عن سعید ابن حلال عن نعیم المجمر قال مشیت وراء ابی ھریرۃ فقرء بسم
اللہ الرحمن الرحیم ثم بام القرآن حتی قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال آمین الحدیث۔

سوال:۔ جتنا روایات حنفی آمین بالخفا میں پیش کرتے ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف سے
استدلال نہیں کر سکتے (وہی پرانا یاد کیا ہوا سبق) دیکھو وائل ابن حجر کی ترمذی والی روایات جو
تم نے پیش کی اس کے متعلق ترمذی فرماتے ہیں:۔ حدیث سفیان اصح من حدیث شعبۃ فی ھذا
الی ان قال و خفض بھا صوتہ وانما ھو مد بھا صوتہ۔ آمین کے بارے میں سفیان کی حدیث شعبہ کی
حدیث سے زیادہ صحیح ہے شعبہ یہاں کہتے ہیں خفض یعنی حضور نے پست آواز سے کہا
حالانکہ مد ہے یعنی کھینچ کر آمین فرمائی۔

جواب:۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مقلد تو ہوتے امام ابو حنیفہ کے نہ سہی کسی اور کے جیسے یہاں امام
ترمذی کو مانا کہ ہر جرح آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہو حالانکہ اس حدیث کے ضعف کی
اصل وجہ یہ ہے کہ یہ تمہارے خلاف ہے۔ اگر تمہارے حق میں ہوتی تو آنکھ بند کر کے مان
لیتے ہاں اس سوال کے چند جوابات ہیں۔

(۱) ہم نے آہستہ آمین کی متعدد سندیں پیش کیں۔ کیا سب سندیں ضعیف ہیں اور سب
شعبہ راوی آرہے ہیں۔ اور شعبہ ہر جگہ غلطی کر رہے ہیں یہ ناممکن ہے۔

(۲) اگر ہماری متعدد اسنادیں ساری کی ساری ضعیف بھی ہوں تب بھی سب مل کر قوی
ہو گئیں۔

(۳) شعبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد اسناد میں شامل ہوئے جن سے یہ حدیث ضعیف
ہوئی امام صاحب کو یہ ہی حدیث بالکل صحیح ملی تھی۔ بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔

(۴) اگر پہلے سے ہی یہ حدیث ضعیف تھی جب بھی امام اعظم سراج امت امام ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کے قول کو قبول کرنا ہوگا اس لئے کہ ضعف فی السند آپکے زمانہ کے بعد ہوا۔

(۵) چونکہ اس حدیث پر عام امت مسلمہ نے عمل کر لیا ہے لہذا حدیث کا ضعیف جاتا رہا
اور حدیث قوی ہو گئی۔ جیسا کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔

(۶) حدیث کی قرآن کریم تائید کر رہا ہے اور بلند آواز کی حدیث قرآن کے خلاف ہے
لہذا آہستہ آمین کی حدیث قرآن کی تائید کی وجہ سے قوی ہو گئی جیسا کہ اصول فقہ کا قاعدہ
ہے۔

(۷) اس حدیث کی قیاس شرعی تائید کر رہا ہے۔ اور بلند آواز کی حدیث قیاس شرعی
کے اور عقل شرعی کے خلاف ہے لہذا آہستہ آمین کی حدیث قوی ہے اور بلند آواز کی حدیث
ناقابل عمل۔ غرضیکہ آہستہ آمین کی حدیث بہت قوی ہے اس پر عمل چاہئے۔

سوال:۔ ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور جب
سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو:۔ قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔ اس طرح آمین
کہتے کہ صف الاول میں جو آپ سے قریب ہوتا وہ سن لیتا۔

جواب:۔ یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی تمہاری روایتوں میں تھا کہ مسجد
گونج جاتی تھی اور اس میں آیا کہ صرف پیچھے والے ایک دو آدمی ہی سنتے تھے (۲) اسی حدیث

کی اسناد میں بشر ابن رافع آرہا ہے۔ اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں حافظ ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف فرمایا احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ابن معین نے اس کی روایۃ کو موضوع قرار دیا امام نسائی نے اسے قوی نہیں مانا۔ یہاں شعبہ نے تین جگہ پر خطا کی (۱) حجر ابی العنبس کہا حالانکہ وہ حجر ابن العنبس ہے جسکی کنیت ابا السکن ہے (۲) علقمہ بن وائل کو زیادہ کیا حالانکہ علقمہ نہیں (۳) خفض صوتہ کہا حالانکہ مد صوتہ کہنا تھا چنانچہ امام ترمذی جو صحاح کے تیسرے نمبر پر ہے اور امام بخاری جیسے امام الحدیث کو گواہ بنا کر فرماتے ہیں۔ سمعت محمداً یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبہ فی ھذا و خطاء شعبۃ فی مواضع من ھذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنبس وھو حجر بن العنبس و یکنی بابی السکن وزاد فیہ عن علقمہ بن وائل ولیس فیہ عن علقمہ وانما ھو عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر وا قال خفض بہا صوتہ انما ھو مد بہا۔ ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد ابن اسمٰعیل بخاری سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ حدیث سفیان اصح ہے حدیث شعبہ سے آمین کے باب میں شعبہ نے اس حدیث کی چند جا میں خطا کی پس کہا شعبہ نے عن حجر ابی العنبس حالانکہ وہ حجر ابن العنبس ہے کنیۃ اسکی ابو السکن ہے اور شعبہ نے زیادتی کی اس اسناد میں کہا عن علقمہ ابن وائل حالانکہ اس اسناد میں علقمہ سے روایت نہیں روایت تو حجر بن عنبس سے ہے کہ وہ وائل ابن حجر سے کرتا ہے اور نیز کہا شعبہ نے خفض بہا صوتہ اور حدیث میں ہے مد بہا صوتہ۔

جوابات از اویسی غفرلہ:- ہم امام ترمذی اور امام بخاری رحمہما اللہ تعالیٰ کا احترام کرتے ہیں اور انہیں فن حدیث کی نقل کے امام مانتے ہیں لیکن معصوم نہیں مانتے (۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث سفیان کو اصح اور شعبہ کی حدیث کو مجروح فرمایا لیکن بلا دلیل جب تک دلیل نہ ہو کوئی بڑا امام کیوں نہ ہو اس کی بات مسلم نہیں ہوتی۔ (۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث سفیان کو اصح کہنا تو دلیل ہے کہ شعبہ کی حدیث صحیح ہے اصح حدیث کی صحت کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ افعل کی نفی سے فاعل کی نفی نہیں ہوتی اور محدثین کے

نزدیک یہ قاعدہ مسلم ہے اگرچہ سفیان کی حدیث کو اصح کہنے کی بھی امام بخاری رحمۃ اللہ کے ہاں کوئی دلیل نہیں۔ بلا دلیل ہم کسی کی نہیں مانتے کیونکہ ہم مقلد ہیں یہ تو الٹا غیر مقلدین کو مضر بھی ہے کہ وہ کسی امام کی تقلید نہیں کرتے اگرچہ وہ دلائل کے انبار لگا دے یہاں غیر مقلد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات بلا دلیل مان رہے ہیں یا اعلان کریں کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ کے مقلد ہیں۔ (۳) سفیان رحمہ اللہ کی روایت کو ہم نے نہیں مانا اور اسکے وجوہ ہم نے پہلے عرض کئے ہیں۔ (۴) امام حاکم بھی محدث پایہ کے ہیں انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں حدیث شعبہ کو صحیح کہا ہے (۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ ابن العنبس کی کنیت صرف ابو السکن ہے ابو العنبس نہیں امام عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس قاعدہ سے تغافل ہے کہ ایک شخص کی دو کنیتیں ہوتی ہیں۔ بہت سے محدثین کرام بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو کنیتیں ثابت ہیں اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ثابت کیا کہ ابو العنبس کنیت ابن العنبس کی ہے۔ (۶) سفیان نے اپنی روایت میں ابو العنبس کہا ہے حدیث دوم میں ابو داؤد کی اسناد میں اور نیز دارمی میں ایسا ہی موجود ہے (۷) نیز یہ کہنا کہ شعبہ نے علقمہ کے ذکر کرنے میں خطا کی ہے یہ کہنا امام بخاری رحمۃ اللہ سے موجب تعجب ہے۔ تقریب میں ہے شعبۃ ثقۃ حافظ متقن کان الثوری یقول امیر المومنین فی الحدیث و کان عابداً تو شعبہ جب ثقہ ہوا اور زیادہ ثقہ معتبر ہے کمافی اصول الفقہ والحدیث پس خطا شعبہ کیطرف نسبت کرنا اگر خطا نہیں تو کیا ہے (۸) اسناد میں علقمہ بن وایل مذکور ہو اور سفیان نے ارسال کیا ہو محدثین کا قاعدہ ہے کہ کبھی ذکر کبھی ارسال کرتے ہیں قال الامام مسلم فی صحیحہ و کذلک کل اسناد الحدیث لیس فیہ ذکر سماع بعضھم من بعض وان کان قد عرف فی الجملۃ ان کلواحد منھم قد سمع من صاحبہ سماعاً کثیراً فجایز لکل واحد منھم ینزل فی بعض الروایۃ فیسمع من غیرہ عنہ بعض احادیث ثم یرسلہ عنہ احیاناً ولا یسمی من سمع منہ وینشط احیاناً فیسمی الذی حمل عنہ الحدیث ویترک الارسال امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ ایسے ہی ہر وہ اسناد حدیث کہ جسمیں بعض کو بعض سے سماع حاصل نہیں اگرچہ وہ مجملہ معروف ہے کہ انکے ہر ایک نے ایک دوسرے سے بکثرت سنا ہے تو ہر ایک کو جائز ہے کہ وہ دوسرے سے بعض احادیث سنکر بھی ارسال کرے اور اسکا نام نہ لے جس سے سنا ہے کبھی اس سے روایت کر کے اسکا نام لے اور ارسال کا ترک کرے (پھر اسپر چند امثلہ قائم فرمائیں جو چاہے مسلم شریف کا مقام ھذا دیکھ لے تو حضرت امام بخاری کا حکم لگانا خطائے شعبہ پر ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح مرجوح ہے کیونکہ یہاں ایک دلیل قوی ہے کہ سفیان نے ترک ذکر علقمہ کا کیا ہے اور شعبہ نے زیادت نہیں کی ہے وہ دلیل یہ ہے کہ سفیان مدلس ہے اور مدلس جیسا کہ شیخ کو ساقط کرتا ہے ویسا ہی مافوق شیخ کو بھی ساقط کرتا ہے تو جائز ہے کہ علقمہ کو بھی ساقط کیا ہو لہذا عن کے ساتھ روایت کی چنانچہ فرمایا عن سلمہ بن کہیل عن حجر ابن عنبس عن وائل بن حجر اور حضرت سید میر شریف رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ اصول الحدیث میں لکھا کہ ربما لم یسقط المدلس شیخہ ولکن یسقط من بعدہ رجلا ضعیفا او صغیرا مدلس کبھی اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا لیکن اسکے بعد والے کو اسکے ضعیف یا صغیر کیوجہ سے ساقط کرتا ہے۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ کا مدلس ہونا عند المحدثین مشہور ہے جسے ہم آگے چل کر عرض کرینگے انشاء اللہ۔

(۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا کہ شعبہ نے خفض بہا صوتہ کہا ہے یہ مصادرہ علی المطلوب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دلیل لائیں کہ خفض بہا صوتہ کسی روایت میں بھی نہیں جب انکا یہ دعوی نہیں ہو سکتا تو بلا دلیل انکی بات ہم کیسے مانیں۔ حالانکہ محدثین جانتے ہیں اور غیر مقلدین کو اعتراف ہوگا کہ شعبہ رضی اللہ عنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث دانی میں کچھ کم نہیں۔

(۹) خفض بہا صوتہ کی روایت کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسری روایت کی ہے تو اسمیں خفض بہا صوتہ ہے۔ اس روایت کو

ہم نے اس رسالہ میں آگے نقل کر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہم سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث کی صحت کے قائل نہیں کہ وہ مدلس ہیں تو پھر انکو ہمارے مقابلے میں انکی حدیث کا دلیل میں لانا کیسا۔ جبکہ حدیث خفاء (آہستہ پڑھنا آمین کا) قرآن و احادیث صحیحہ و لغات معتبرہ و اقوال مستندہ سے ثابت ہے انہی دلائل کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل سے احناف کے دلائل کا پلہ وزنی اور بھاری ہے۔

سوال:۔ جہر دو قسم ہے ۱ عنیف (سخت) ۲ متوسط قرآن مجید میں خفاء وہ خفاء مراد ہے جو جہر کے بالمقابل ہو نہ کہ جہر مطلق کے بالمقابل تو ہمارا آمین میں جہر متوسط مقصد ہے نہ کہ جہر مطلق وہ آیت جو احناف پیش کرتے ہیں وہ ہمارے (غیر مقلدین) کے لئے مضر نہیں

جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دون الجہر کی تفسیر میں فرمایا المعنی یذکرانہ علی وجہ یسمع نفسہ (تفسیر کبیر) معنی یہ ہے کہ وہ خود سنے اور بس۔ جہر متوسط مراد ہو تو ابن عباس کی تفسیر کے خلاف لازم آتا ہے۔

جواب ۲ تمہارا (غیر مقلدین) کا دعوی حدیث صحیح مرفوع کے خلاف ہے وہ بخاری شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقعہ ایک وادی پر جھانک کر دیکھکر ان صحابہ کرام سے فرمایا جو اللہ اکبر زور زور سے پکار رہے تھے ارفقوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریبا اپنے نفسوں پر نرمی کرو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو سمیع و قریب کو پکار رہے ہو۔ یہاں ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام جہر عنیف (سخت) سے روک رہے ہیں نہ کہ جہر متوسط سے ورنہ اسپر کوئی قید بڑھاتے پھر حضور علیہ السلام نے اس جہر سے ممانعت کی علت خود بتادی اسپر دیگر علت کوئی از خود بڑھاتے تو وہ ہمیں مضر نہیں۔

جواب۔ ۳ آیات میں جس خفا کا ذکر ہے وہ جہر مطلق کا بالمقابل ہے وہ عنیف ہو یا متوسط غیر مقلدین کی مراد صرف متوسط میں قرآن کے مطلق کو مقید کرنا لازم آتا ہے اور وہ بلا دلیل

ناجائز ہے۔

جواب۔ ہم یہ بھی غیر مقلدین کا حیلہ بہانہ ہے کہ آیت سے جہر متوسط ثابت ہوتا ہے اور ہم بھی جہر متوسط کرتے ہیں یعنی آمین متوسط آواز سے چنانچہ فرماتے ہیں

مناسبۃ الحدیث للترجمن جہیہ فی الحدیث الامر بقول آمین والقول اذا وقع الخطاب مطلقا حمل علی الجہر و متی ارید الاسرار و حدیث النفس قید بذلک انہوں نے کہا کہ مناسبۃ حدیث کا ترجمہ کے ساتھ اس جہت سے ہو کہ حدیث مین امر ہے قول الامین کے ساتھ اور جب خطاب قول کے ساتھ مطلقا واقع ہو تو محمول جہر پر ہوتا ہے اور جب اخفا اور حدیث نفس ارادہ کیا جاوے تو مقید اسکے ساتھ لاتے ہیں۔

جواب:- احادیث صحیحہ میں دو طرح تعلیق مذکور ہے (۱) امام کے ولا الضالین کہنے پر (۲) امام سے آمین سننے پر تعلیق دوم دو امر کی محتمل ہے (۱) امام کے آمین کہنے پر امام سے آمین سننے پر تعلیق اول میں خاص پہلا معنی ہے پس تعلیق محتمل کا قطعی پر حمل کرنا واجب ہے نہ بالعکس تو اس حدیث کا بھی وہی معنی ہے جو حدیث اول کا ہے یعنی تعلق تامین مقتدی کا ولا الضالین کے سننے پر جو تامین کے کہنے کا وقت ہے نہ کہ تامین کے سننے پر اور اس کا (راز کہ حدیث دوم دو معنی کی متحمل) ہے یہ ہے کہ تامین بھی آمین کہنا ہے نہ کہ سننا یا سنانا اور آمین کہنا آہستہ اور بالجہر دونوں کا محتمل ہے اب قرینہ قطعیہ تامین از امام آمین آہستہ کہنے پر یہ ہے کہ امام مالک و امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے اسی حدیث اذا امن الامام میں ذکر کیا ہے اور کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول آمین اس لئے کہ باخبر کرنا حضور علیہ السلام کا آمین کو دال ہے کہ مقتدیوں کو آپ کی آمین پر بوقت نماز خبر نہ تھی ورنہ خبر دینے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا اس لئے کہ ایسا کرنا دو وجہ سے ہوتا ہے یا مخاطب جاہل کو عالم بنانا ہے یا اپنا عالم ہونا جتلانا ہے دوسری وجہ باطل ہے تو وجہ اول متعین ہوئی ورنہ خبر دینے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ نیز امام نسائی و دارمی کا روایت کرنا فان الامام یقول آمین اسی احتمال کا مؤید ہے اور وہ جو عسقلانی و قسطلانی نے فرمایا

ہے موجب تعجب ہے کہ اتنا تبحر علمی کے باوجود قولوا کو جہر پر محمول کر دیا۔

مزید توضیح:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کی ولا الضالین کہنے پر معلق فرمایا اور یہ اول دلیل ہے اخفائے آمین امام پر کیونکہ تعلیق مذکور مقتضی تعین مقام تامین ہے اور بر تقدیر جہر آمین کے یہ تعلیق لغو ہوتی ہے اور قرینہ اخفا بنا برین تعلیق وہ حدیث نسائی و دارمی ہے جس میں فان الامام یقول آمین ہے کیونکہ امام کی آمین کہنا مقتدیوں کو جتلانا دلیل ہے اس پر کہ مقتدیوں کو آمین کہنی امام پر علم نہیں تھا اور عدم علم مقتدیوں کا مستلزم ہے عدم جہر کو ملا علی قاری نے لکھا فیہ حجتان احدھما علی مالک بان الامام یقولھا والثانیۃ علی الشافعی بانہ یخفیھا الامام لانہ لو کان جھرا لکان مسموعا فح استغنی عن قولہ فان الامام یقولھا۔ اس حدیث میں دو حجتہ ہیں ایک مالک پر اس طرح کہ امام آمین کہتا ہے دوسری شافعی پر کہ آہستہ کہے آمین کو کیونکہ اگر آمین جہرا کہتا مقتدی سنتے تو اس وقت اس قول سے کہ قال الامام یقولھا استغنا تھا۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ اخفاء آمین امام و موتم پر دال ہے اسلئے کہ موافقہ کو موجب مغفرت گناہان ٹھہرایا ہے لیکن وہ موافقت مذکور نہیں کہ وقت میں یا اخفاء میں یا نفس کہنے میں ہے اگر موافقت اخفاء میں مطلوب ہے فتعین المطلوب اور اگر کسی اور امر میں مطلوب ہے تو ظاہر ہے کہ بطریق اخفا نیز وہ موافقت حاصل ہے پس موافقت تامہ فی الجملہ موافقت سے بہتر ہے۔ اس طرح سے آمین آہستہ کہنا ثابت ہوا نہ کہ بالجہر۔ جن کتب میں تامین مقتدی کا تعلیق ولا الضالین پر ہے انہی کتب میں تامین امام پر بھی مذکور ہے اذا امن الامام فامنوا وارد ہے اور عسقلانی و قسطلانی نے لکھا ہے کہ قولوا دال ہے امر بالجہر پر اور نووی میں ہے ومن المختلطین عطاء بن السائب وابو اسحق السبیعی و سعید الجریری و سعید بن عروبہ و عبد الرحمن ابن عبد اللہ المسعودی و ربیعہ استاذ مالک و صالح مولی التوامہ و حصین ابن عبد الوھاب الکوفی و سفیان بن عیینہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے بعض راویوں کو مختلط کہا ہے

اور علم اصول حدیث کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ مختلط کی حدیث قبل از اختلاط مقبول ہے اور بعد اختلال و یا انکہ معلوم نہ ہو کہ بعد اختلال ہے یا قبل از اختلال مردود ہے امام نووی نے فرمایا اذا اختلاط الثقة لاختلال ضبطہ بخرق او حرم اولذھاب بصرہ او نحوذ لک قبل حدیث من اخذ عنہ قبل الاختلال ولا یقبل حدیث من اخذ عنہ بعد الاختلال او شککنا فی وقت اخذہ جب ثقہ راوی مختلط ہو بوجہ اختلال ضبط یا فرق یا بڑھاپے یا بسبب اندھا ہونے کے وغیرہ تو اسکی حدیث جس نے قبل از اختلال لی ہے قبول ہے اور بعد از اختلال یا اسکے اختلال قبل و بعد میں شک ہے تو اسکی حدیث قبول نہیں۔

نام کتاب خوشبوئے رسول

مصنف علامہ فیض احمد صاحب لویس

اعلحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

رسول اللہ ﷺ اگر کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے او جھل ہو جاتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے فراق نبوی نا قابل برداشت ہو تا فوراً تلاش میں نکل کھڑے ہوتے اور راستوں کو سونگھتے۔ جن راستوں سے ہمارے حضورؐ تشریف لے جاتے وہ راستے خوشبوئے رسول ﷺ سے مہکے ہوئے معطر اور معنبر ہوتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انہی خوشبوؤں کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچ جاتے بس اسی چیز کاذکر ہے زیر تبصرہ کتاب خوشبوئے رسول میں جان و ایمان کو معطر کرنے کے لئے یہ کتاب بہترین ہے۔

جواب:۔ اس مسند میں عبدالجبار ہے اور اسکی حدیث مرسل ہے اوز مرسل غیر مقلدین کے نزدیک نا قابل عمل ہے فلہذا حجۃ نہیں ہو سکتی۔

سوال:۔ ابن ماجہ کی روایت سے آمین بالجہر کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب:۔ سوال گو مگو ہے فقیر پوری سند عرض کر کے تفصیل لکھتا ہے ملاحظہ ہو۔

حدثنا عثمان ابن ابی شیبہ ثنا حمید بن عبدالرحمن ثنا ابن ابی لیلی عن سلمۃ۔ ایسے ہی یہودیوں کے حسد والی حدیث کی بھی سند حاضر ہے:۔ حدثنا العباس بن الولید الخلال الدمشقی ثنا مروان بن محمد وابو مسھر قال ثنا خالد بن یزید بن صبیح المری ثنا طلحہ بن عمرو عن عطا عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحسد تکم الیھود۔ سند میں ابن ابی لیلی راوی کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ سئی الحفظ ہے اور طبقات سابقہ سے ہے تقریب میں ہے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی سئی الحفظ جدا من السابقۃ اور امام احمد بن جنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابن ابی لیلی لا یحتج بہ (رواہ الترمذی) اور سئی الحفظ کے متعلق نخبہ میں ہے ثم الطعن اما ان یکون بکذب الراوی او تہمتہ بذلک او فحش غلط اور غفلتہ او فسقہ او وہمہ او مخالفتہ او جہالتہ او بدعتہ او سوء حفظہ اور راوی کا طعن یا تو بسبب کذب کی یا تہمت کذب کے یا بہت غلطی کے یا غفلت یا فسق یا وہم یا مخالفت ثقات یا جہالتہ حال یا بدعتہ یا بد حفظی کی جہت سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی ابن عدی بھی مخطی ہے تقریب میں ہے ابن عدی یخطی من الثالثۃ ابن عدی مخطی ہے اور تیسرے طبقہ کا ہے اور یہ حدیث حضرت علی المرتضی کے قول کے بھی خلاف ہے طحاوی شریف میں ان سے مروی ہے عن وائل بن حجر کان عمر و علی لا یجہران بالبسملۃ ولا بالتعوذ ولا بالتامین وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ عمر و علی رضی اللہ عنہ کبھی بسم اللہ اور تعوذ اور آمین کو جہر سے نہیں کہتے تھے۔ دوسری سند میں حماد بن سلمہ ہے محدثین فرماتے ہیں کہ:۔ حماد بن سلمہ آخر عمر میں متغیر الحفظ ہو گیا تھا فی التقریب حماد بن سلمۃ تغیر حفظہ باخرہ نیز اسی سند میں سہل بن صالح آخر عمر میں تغیر الحفظ ہو گیا تھا فی التقریب سہل ابن ابی صالح تغیر حفظہ باخرہ

وقال الترمذی وھکذا تکلم بعض اہل الحدیث فی سہل ابن ابی صالح و محمد بن اسحاق و حماد بن سلمۃ و محمد ابن عجلان واشباہ ھولاء من الایمۃ انما تکلموا فیہم من قبل حفظہم فی بعض ماروا اور امام ترمذی نے کہا کہ ایسا ہی اہلحدیث نے گفتگو کی ہے سہل ابن ابی صالح اور محمد ابن اسحق اور حماد بن سلمہ و محمد ابن عجلان اور ان جیسے ائمیہ کے حق میں اور انکی بعض روایت کردہ روایات میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

جواب نمبر۲۔ حسد بہود مستلزم جہر آمین کو نہیں کیونکہ یہود قرینہ و محل سے معلوم کر کے حسد کریں مثلاً غیر مقلدین باوجودیکہ حنفیہ اخفاء بامین کرتے ہیں باعث علم محل و قرینہ آمین کے حنفیہ پر حسد کرتے ہیں۔

(۴) حدیث کی پوری سند یوں ہے حدثنا بندار نا یحیی بن سعید و عبدالرحمن بن مہدی قالا نا سفیان الثوری عن سلمہ بن کہیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس روایت میں ایک راوی سفیان ثوری ہیں (رضی اللہ عنہ) اور وہ مدلس ہیں تقریب میں سفیان ثقۃ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ و کان ربما یدلس۔ سفیان ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ تھے لیکن تدلیس کرتے تھے اور یہ روایت انہوں نے سلمہ سے عن کے ساتھ روایت کی ہے تو حدیث معنعن ہوئی اور اصول حدیث کا مسلم قاعدہ ہے کہ معنعن مدلس غیر محتج ہے بالاتفاق چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے واتفقو علی ان المدلس لا یحتج بعنعنۃ محدثین کا اتفاق ہے کہ عنعنہ مدلس کا قابل حجت نہیں۔

(۵) یہی وائل ابن حجر مد کے بجائے خفض سے روایت کرتے ہیں چنانچہ امام ابن ابی شیبہ (جو امام بخاری و امام مسلم کے استاد ہیں) نے روایت کی ہے کہ حدثنا وکیع قال ثنا سفیان عن سلمہ بن کہیل عن حجر بن عنبس ولا الضالین فقال آمین خفض بہا صوتہ حضرت وائل بن حجر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین آہستہ پڑھا۔ اس حدیث کے وہی راوی ہیں جو حدیث اول کے راوی ہیں سوائے وکیع کہ وہ

بڑا معتبر اور مروی عنہ ثقۃ کا ہے قال نے التقریب وکیع ابن الجراح ابن ملیح الرواسی ابو سفیان الکوفی ثقۃ حافظ عابد امن کبار عۃ مات فی آخر التاسعۃ اداول سنۃ سبع و تسعین ولہ ستون سنۃ (تقریب) میں کہا کہ وکیع بن جراح بن ملیح راوسی ابو سفیان کوفی ثقۃ حافظ عابد ہے کبار تاسعہ سے ہے آخر سنہ چھیانوے یا ستانوے میں فوت ہوا اور عمر اسکی ستر برس کی تھی۔

غیر مقلدین کی پیش کردہ روایت کے یہ حدیث بظاہر متناقض ہے اور قاعدہ مناظرہ ہے فاذا تعارضا تساقطا اور اگر سفیان بن عیینہ راوی ہو تو وہ بھی مدلس بلکہ مختلط ہے کمافی التقریب اور ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا موجب صحۃ احتجاج نہیں کیونکہ تدلیس منافی صحۃ و حسن کے نہیں بلکہ باوجود صحۃ کے لایق احتجاج نہیں

سوال:۔ تناقض میں اتحاد زمانہ شرط ہے پھر کیوں نہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی حضرت وائل بن حجر نے بالجہر سنا ہو اور کبھی بالخفاء اس تقریر پر تعارض نہ رہا۔

جواب:۔ چونکہ دونوں اسناد دونوں حدیثوں کے ایک ہیں اگر ایسا ہوتا جیسے غیر مقلدین کہتے ہیں تو حضرت وائل تغایر واقعتین ضرور بیان فرماتے ہم ان حدیثوں کے تاریخی وقوع سے بے خبر ہیں لہذا تعارض باقی رہا اس اعتبار سے دونوں روایات کا تساقط لازم آئے گا۔

جواب ۲:۔ ہم غیر مقلدین سے سوال کرتے ہیں کہ آمین بالجہر تمہارے نزدیک کیا ہے؟

جواب:۔ مد جو حدیث مذکور میں ہے اسکے لغت میں دو معنی ہیں (۱) مد بمعنی صوت بالجہر (۲) مد بھمزہ جیسے آمین ہم اس معنی کو لیتے ہیں تم پہلا معنی تو حدیث میں احتمال پیدا ہو گیا اور جب دلیل میں احتمال پیدا ہو جائے وہ قابل حجت نہیں رہتی جیسے علم المناظرہ کا قاعدہ ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو وہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر تعلیم کے لئے کہا ہو جیسے آپکی عادت کریمہ تھی کہ کبھی کبھی برائے تعلیم جہر قرات فرماتے تھے بخاری نے ابو قتادہ سے روایت کی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین من الظہر والعصر بفاتحۃ الکتاب (الحدیث)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے ظہر اور عصر کی دو رکعتیں اولین میں سورہ فاتحہ الکتاب کو اور فلاں فلاں سورہ کو اور ہم کبھی کبھی قراۃ و سنتے تھے۔ جیسے احیاناً ظہر و عصر میں فاتحہ و قراۃ کے۔ جہر سے ان دونوں نمازوں میں قراۃ بالجہر ثابت نہیں ہو سکتی ایسے ہی احیاناً آمین بالجہر ثابت نہیں جب تک دوامیں سے صراحۃ۔ جہر ثابت نہ کریں استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں۔

حدیث نسائی کے جوابات

جواب ا:- اس حدیث کی سند ضعیف ہے فلہذا قابل حجت نہیں کیونکہ اس سند میں ابو ہلال لین الحدیث ہیں چنانچہ تقریب میں ہے۔

محمد بن سلیم ابو ہلال البصری صدوق فیہ لین۔ محمد بن سلیم ابو ہلال بصری صدوق ہیں لیکن لین الحدیث ہیں۔

اور بالاتفاق لین الحدیث قابل حجت نہیں چنانچہ نخبہ اور اسکی شرح میں ہے۔

۲:- اس روایت سے آمین بالجہر کا استدلال کم علمی اور غلط فہمی کی علامت ہے اس لئے کہ آمین کا سن لینا اسکی جہریت پر اگر دلیل ہو سکتی ہے تو ذیل کی حدیث (وغیرہ) سے بھی نوافل کی قرآت بالجہر لازم آتی ہے چنانچہ حدیث شریف ترمذی میں ہے کہ عن عبداللہ بن مسعود قال ما احصیت ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الرکعتین بعد المغرب وفی الرکعتین قبل صلواۃ الفجر بقل یاایہا الکفرون و قل ھو اللہ احد۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کس قدر حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ فجر کی دو سنت اور مغرب کی دو سنت میں قل یاایہا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔

جو جواب تمہارا اس روایت میں ہے وہی ہمارا جواب اخفائے آمین میں ہے۔

نوٹ:- یہی جواب روایت ابو داؤد ذیل کا ہے:- حدثنا نصر بن علی انا صفوان ابن عیسی عن بشر ابن رافع عن ابی عبداللہ ابن عم ابی ھریرہ عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ م اذا تلا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔

ایک اور حدیث نسائی و ابن ماجہ:- ان دونوں کی سند ملاحظہ ہو۔

اخبرنا عبدالحمید بن محمد ثنا یونس ابن ابی اسحاق عن ابیہ وفی روایۃ اخبرنا قتیبۃ ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحٰق عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ و قال ابن ماجہ حدثنا محمد بن الصباح و عمار بن خالد الواسطی قالا حدثنا ابو بکر بن عیاش من ابی اسحٰق عن عبدالجبار ابن وائل عن ابیہ الحدیث۔

جواب:- اس سند میں ابو اسحٰق مختلط ہے اور یونس وہمی ہے فی التقریب یونس ابن اسحٰق السبعی الکوفی صدوق یہم قلیلا ابو اسحاق السبعی اختلط بآخرہ۔ تقریب میں ہے کہ یونس ابن ابی اسحاق السبعی کوفی صدوق ہے تھوڑا وہمی اور آخر عمر میں مختلط ہو گیا تھا۔

(۲) یہ حدیث راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ ناقابل حجت ہے ہم اصل حدیث کامل سند کے ساتھ لکھتے ہیں تاکہ ناظرین فیصلہ کر سکیں کہ غیر مقلدین کتنا اور کیسے دھوکہ کرتے ہیں۔

قال ابن ماجۃ حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عیسی حدثنا بشر بن رافع عن ابی عبداللہ بن عم ابی ھریرۃ عن ابی ھریرۃ قال ترک الناس التامین و کان رسولہ اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعہا اھل الصف الاولی فیرتج بہا المسجد۔ اس سند میں بشر بن رافع راوی ضعیف الحدیث ہے تقریب میں اس راوی کو ضعیف الحدیث لکھا۔

(۳) یہ حدیث مضطرب ہے اس لئے کہ بعض طرق میں ارتجاج کا ذکر ہے اور بعض میں نہیں۔

(۴) تعلیماً بھی ہو سکتا ہے جسکے متعلق پہلے تفصیل گزری ہے اسکا موید اس حدیث میں لفظ ترک الناس بھی ہے۔

حدیث ۲:- یہ حدیث قابل حجت ہے ہم اسکی سند کامل لکھتے ہیں حدثنا۔ محمد بن کثیر انا سفیان عن سلمہ عن حجر بن العنبس الحضرمی عن وائل بن حجر الخ ابو داؤد۔ (۱) ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیماً گاہے گاہے ایسا کیا ہو اور جو عمل تعلیماً ہو اور دائماً نہ ہو اس سے استدلال

نہیں کیا جا سکتا جیسے گذرا (۲) عنعنہ مدلس ہے فلہذا قابل حجت نہیں (۳) ہماری پیش کردہ آیات اور احادیث صحیحہ کے متعارض ہے اور جو روایت قرآن اور احادیث کے متعارض ہو اسپر عمل نہیں کیا جاتا (۴) اس سند میں محمد بن کثیر ہے اور وہ بالاتفاق کثیر الغلط ہے تقریب میں ہے محمد بن کثیر الغلط من صغار التاسعۃ محمد بن کثیر الغلط اور صغار راویوں کے تاسع طبقات سے ہے اور حدیث کثیر الغلط مردود ہے چنانچہ اصول حدیث کی مشہور کتاب نخبۃ الفکر میں ہے۔

ثم المردود ان یکون سقط راو او طعن الی ان قال ثم الطعن اما ان یکون لکذب الراوی او تہمۃ بذلک او فحش غلط پھر مردود جو بسبب سقوط راوی یا طعن کے ہو یا بسبب طعن کے تا آنکہ کہا کہ وہ طعن یا بسبب کذب راوی کے ہو گا یا بسبب تہمت کذب کے یا بسبب کثیر الغلط ہونے کے ہو گا۔

عن سمرۃ بن جندب انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ عن قراۃ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فصدقہ ابی بن کعب رواہ ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ والدارمی (مشکوٰۃ)۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سکتے یاد کئے (۱) تکبیر کے وقت (۲) امام کی فراغت از ولا الضالین کے وقت حضرت ابی بن کعب نے حضرت سمرہ بن جندب کی تصدیق کی۔

استدلال:۔ اس میں شک نہیں کہ بقرینہ مقابلہ و مقام یہ سکتہ ثانیہ بھی بمعنی سکوت ہے بلکہ قراۃ خفیہ ہے اس لئے کہ سکتہ اولی ثناء پڑھنے کے لئے ہے تو سکتہ ثانیہ بھی کسی شئے کے پڑھنے کے لئے ہو گا اور احادیث سے ثابت ہے کہ یہاں سوائے آمین پڑھنے کے اور کوئی شئے نہیں اس سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ پڑھنا چاہئے جیسے سکتہ اولی میں ثناء وغیرہ بالاخفاء ہوتی ہے۔

امام طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح المشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ:۔ والاظہر ان السکتۃ الاولی للثناء و سکتۃ الثانیۃ التامین۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سکتہ اولی ثناء کے لئے اور سکتہ ثانیہ آمین کہنے کے لئے ہے۔

سوال:۔ یہ سکتہ (دوسرا) فاتحہ مع متعلقات کے بعد ہے اور آمین بھی متعلقات سے ہے؟

جواب:۔ بزرگوں نے سچ فرمایا ہے در نگوار حافظہ بناشد حدیث شریف میں الفاتحہ نہیں کہ جس میں متعلقات کو گھسیڑا جا سکے بلکہ ولا الضالین کی تصریح ہے اور علم اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ الخاص لا یحتمل التکرار ولا التاویل نماز میں نہ تکرار کا احتمال ہوتا ہے نہ تاویل کا (فافہم ولا تکن من الوہابیت)۔

جواب) حضرت عبداللہ بن مغفل و انس رضی اللہ عنہما سے آمین آہستہ کہنا ثابت ہے (بیضاوی و کشاف) روی عن عمر بن الخطاب انہ قال یخفی الامام اربعۃ اشیاء التعوذ والسناء وآمین و سبحانک اللہ و بحمدک۔ اللمعات شرح مشکوٰۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) تعوذ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) سبحانک اللھم۔

روی عن ابن مسعود اربع یخفیھن الامام و ذکر من جملتھا التعوذ والتسمیۃ وآمین فتح القدیر لابن الھمام۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے ان میں سے تعوذ تسمیہ و آمین ہے۔ عن ابیھریرۃ قال ترک الناس التامین الحدیث (رواہ ابن ماجہ) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ لوگوں نے تامین (آمین کہنا) چھوڑ دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ زمانہ ابوہریرہ زمانہ صحابہ تابعین کا تھا پس یہ اثر دال ہے اس پر کہ صحابہ و تابعین نے ترک جہر آمین پر اتفاق کیا تھا کیونکہ لام استغراق کا ہے اور قرینہ عہد موجود نہیں۔

خلاصہ

آمین بالاتفاق قرآن نہیں یہی وجہ ہے کہ اسے قرآن مجید میں اسکا رسم الخط قرآن کے خلاف ہوتا ہے اسی لئے احناف فرماتے ہیں کہ اسے جہری قراۃ میں آہستہ پڑھا جاتے تاکہ اسکی قرآن مجید سے مشابہت نہ ہو اس سے یہ لازم نہیں کہ قراۃ خفا کے وقت (آمین) کا جہر ہو تاکہ مشابہ بالقرآن نہ ہو اس لئے کہ قراۃ خفاء میں آمین کے تشابہ کا خوف نہیں اسکا قیاس

جہری قرآۃ پر قیاس مع الفارق ہے۔

اگر کہیں کہ سنت ہے تو یہ روایت اسکی سنیت کے خلاف ہے اگر کہیں کہ مستحب ہے تو بھی یہ احتمال اسکے منافی ہے کہ بغیر ترجیح احد الطرفین مفید اباحۃ ہوتا ہے نہ کہ مستحب جیسا کہ مستحب کی تعریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فعل کا مرۃ یا مرتین ثبوت ہو اور اسکے مقابل عدم ثبوت فعل و ترک تمام اوقات میں ہے نہ کہ ثبوت عدم فعل فلہذا مباح ہو گا اور مباح غیر مقلدین کو مضر ہے۔

احناف کی حقانیت:- یہ روایت مدصوتہ کی تفسیر ہے اس لئے کہ مدصوتہ میں دو احتمال تھے جیسے ابتداء میں ہم نے عرض کیا وہی راوی اسی احتمال کو خود رفع کر رہے ہیں کہ مد بمعنی خفض ہے۔ اس تقریر پر ہماری پیش کردہ روایت اور غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث ہر دونوں احناف کے مسلک کی مؤید ہیں۔

عقلی دلائل (۱) تمام امت کا اجماع ہے کہ ماثبت بین الدفتین نجط القرآن فھو کلام اللہ (بیضاوی و اتقان) جو دو کناروں کے درمیان میں قرآن میں ہے وہ کلام الٰہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسماء سور و تعداد آیات و کلمات و حروف و ارباع و انصاف و اثلاث و ارباع و رکوعات وغیرہ قرآن مجید کے رسم الخط کے برخلاف لکھے جاتے ہیں یہاں تک کہ بسم اللہ میں بھی معمولی سا تغیر ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے قرآن ہونے میں بعض صحابہ کا اختلاف ہے۔

قاعدہ ہے کہ جو شئے قرآن نہیں اسے پڑھتے وقت آہستہ پڑھنا واجب ہے یہی وجہ ہے کہ بسم اللہ شریف کو جہری نماز میں شوافع بالجہر پڑھتے ہیں لیکن حنفیہ آہستہ اس لئے کہ شوافع کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہے اور احناف کے نزدیک فاتحہ کا جزو نہیں۔

قولوا کی مثالیں جن میں جہر نہیں:- غیر مقلدین کی یہ دلیل صحیح ہو کہ قولوا جہر پر محمول ہے۔ تو چاہئے کہ تشہد اور ربنا لک الحمد اور تسبیحات رکوع و سجود کا جہراً کہنا مسنون ہو چنانچہ الصحیحین والموطا والترمزی وابن ماجہ وغیرہا میں ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال اذ قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد الحدیث اور الصحیحین و غیرھما میں ہے ابن مسعود دانہ قال التفت الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا صلی احد کم فلیقل التحیات للہ (الحدیث) اور ابی داؤد الترمذی و ابن ماجہ میں ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذ رکع احد کم فلیقل ثلث مرآۃ سبحان ربی الاعلی و ذالک ادناہ اور ان جملہ امور میں خفاء ہے چنانچہ ترمذی میں ہے عن ابن مسعور من السنۃ ان یخفی التشھد قال ابو عیسی العمل علیہ عند اھل العلم واخرج ابن ابی شیبہ عن ابن مسعود انہ کان یخفی بسم اللہ الرحمن الرحیم والا ستعاذہ و ربنا لک الحمد۔

تعجب بر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ:- امام بخاری رحمتہ اللہ نقل احادیث میں بلند پایہ سہی لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت کے مقابلے میں انکے اس استدلال سے تعجب بالا تعجب ہے کہ اس حدیث کو آمین بالجہر پر دلیل طور لاتے ہیں جس سے غیر مقلدین پھولے نہیں سماتے اگرچہ یہ احادیث صریحہ کے خلاف ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقاہت کے آگے امام بخاری طفل مکتب ہیں۔

(سوال) جزاء کا زمانہ شرط زمانہ کے بعد ہوتا ہے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کے ولا الضالین کہنے پر معلق فرمایا تو معلوم نہ ہوا کہ اس وقت آمین کہیں یا نہ تو دوسری حدیث میں آپ نے بیان کر دیا کہ مقتدیوں کے آمین کہنے کا وقت امام کے وقت ہے۔

جواب ۱:- زمانہ جزا کا شرط سے بعد کبھی نہیں ہوا بلکہ دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے اس لئے کہ یہ علۃ و معلول یا سبب و مسبب ہیں اور ان دونوں کا زمانہ ایک ہوتا ہے اہل عربیۃ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اتحاد زمانہ ہے اس لئے کہ حکم جزاء میں ہے اور شرط بمنزلہ قید و حال کے لئے اور حال و ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے ہاں تقدم ذاتی شرط کو حاصل ہوتا ہے اور اسمیں ہماری گفتگو نہیں۔

(۲) اگر یہی بات مسلم ہو تو حدیث اذا امن الامام فامنو میں بھی یہ قاعدہ جاری ہو گا کہ یہاں بھی بعدیت زمانی محقق ہے تو یہاں سے بھی عقدہ حل نہ ہو گا کہ مقتدی کس وقت امام کے بعد آمین کہے۔

(۳) احادیث تسمیع و تشہد و تسبیح میں تمہارا کیا جواب ہے۔ جبکہ اجمال وابہام یہاں بھی ہوا اس سے ثابت ہوا کہ ولا الضالین پر تعلیق کرنا ہی موجب اخفائے آمین ہے۔

سوال۔ اخرج الشیخان و غیرھما عن ابیھریرۃ قال قال رسو اللہ اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولو آمین انہ وافق تامینہ تامین ملا یکتہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔

(جواب) تعجب ہے کہ بعض غیر مقلدین نے اس روایت سے بھی آمین بالجہر پر استدلال کیا ہے حالانکہ یہ روایت ہماری مؤید ہے جسکی مختصر تشریح فقیر نے باب اول میں بیان کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ کہنے کا حکم ہے اور قولو میں ضروری نہیں کہ۔ جہر سے ہو قول جیسے۔ جہر میں ہوتا ہے ایسے خفاء سے بھی (و لکن الوہابیہ قوم لا یعقلون) کہتے ہیں ورنہ سب کو معلوم ہے کہ غیر مقلدین آمین کے وقت کتنا زور لگاتے ہین اور ایسا شور برپا ہوتا ہے کہ محلہ کے چھوٹے بچے نیند سے ڈر کے مارے جاگ اٹھتے ہیں کہ نا معلوم کیا آفت نازل ہو گئی۔

سوال۔ اگر آمین دعاء ہے اور ہر دعا آہستہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دعائیں۔ جہر سے بھی پڑتے تھے۔

(جواب) اسکی تفصیل گذر چکی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی۔ جہر تذکیر و ترغیب یا تعلیم وغیرہ کے لئے کیا ہے تو وہ شے آخر ہے جو ہمارے دعویٰ کے منافی نہیں کیونکہ بات اصل ہو رہی ہے کہ دعاء میں اصل کیا ہے وہ ہے خفاء اصل کے خلاف عارضہ کے طور پر اگر کوئی بات ثابت ہو تو اصل مقصد کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔

الحمدللہ فقیر نے اپنی استطاعت پر آمین کو آہستہ کہنے کے دلائل عرض کر

دیئے ہیں مولیٰ عزوجل بطفیل حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول فرمائے (آمین)

فصلی اللہ علی حبیبہ الکریم و علی آلہ
واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
۱۱۔ رمضان ۱۴۱۶ھ

القول الصواب
فی
ترک المسح علی الجراب

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر فیضِ ملت
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب

فیضان مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب
شرک کی حقیقت
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (اول) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (دوم) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (سوم) (مطبوعہ)
غیر مقلدین کو دعوت انصاف (چہارم) (مطبوعہ)
فیصلہ کُن مناظرے (مطبوعہ)
مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ
دیوبند کا نیا دین (مطبوعہ)
سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت (مطبوعہ)
دیوبندیوں سے لاجواب سوالات (مطبوعہ)
مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (مطبوعہ)
ناشر: فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کی